ڈاکٹر سمیرا بشیر
انچارج شعبہ اردو، جامعہ اردو، کراچی
شمع عاقل
ریسرچ اسکالر شعبہ اردو، جامعہ اردو، کراچی

ترجمے کے اصولوں کی روشنی میں قرۃ العین حیدر کے ترجمے "آدمی کا مقدر" کا تنقیدی جائزہ

Dr. Sumera Bashir
Incharge Department of Urdu, Urdu University, Karachi
Shama Aqil
Research Scholar, Department of Urdu, Urdu University

A critical review of Qurrat-ul-ain Hyder's translation "The destiny of Man" in the light of the principles of Translation

The tradition of translation in Urdu language can be seen in from its inception and translation has played an important role in the development of Urdu language. In this article the research Scholars have reviewed the translation of Qurratulain Hyder "Fate of a Man" as Aadmi ka Muqaddar (1965) in the light of the principl.es of Translation, keeping in view, the tradition of Russian translation in Urdu. The Subject of this Article is limited to the Translation of Qurrat-ul-ain Hyder because. The "less attention been paid to its translation than other works of Qurratu ul ain. It also examines the style of Translation of the Qurrat ul ain Hyder in the light of quotations from "Fate of Man".

Keywords: *Qurrat ul ain Hyder, Novel, Principles of Translation, Admi ka Muqaddar, Tradation of translation.*

میخائل شولوخوف کے روسی زبان میں لکھے گئے ناول "Fate of a Man" کے انگریزی زبان سمیت کئی زبانوں میں ترجمے کئے گئے، جو ۱۹۵۹ میں شائع ہوا۔ بعض محققین اور نقاد "Fate of a Man" کو ناول اور بعض

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

افسانہ / شارٹ اسٹوری کہتے ہیں۔ اس ناول کے کل ۲۴۶ صفحات ہیں جبکہ قرۃ العین کے اردو زبان میں ترجمہ شدہ ناول کے 53 صفحات ہیں۔

اردو زبان کے آغاز کے ساتھ ہی ترجمے کی روایت نے اردو زبان کے پھلنے پھولنے میں ایک اہم کردار دا ا کیا ہے۔ اس تحقیقی مضمون میں قرۃ العین کے روسی اور انگریزی زبان میں لکھے گئے ناول کے اردو ترجمے "آدمی کا مقدر" کا ترجمے کے اصولوں کی روشنی میں جائزہ لیا ہے۔

"۔۔۔۔ یہ اردو زبان کی خوش قسمتی ہے کہ اس زبان میں عربی، فارسی، سنسکرت، ترکی، جرمنی، انگریزی، فرانسیسی اور خاص طور پر روسی زبان کے ترجمے کئے گئے۔ اردو زبان کو تراجم کے ذریعے ترقی دینے میں فورٹ ولیم کالج، دہلی کالج اور عثمانیہ کالج کے دارالترجمہ سائنٹفک سوسائٹی، رسالے اور مدارس نے اہم کام انجام دیا۔ [۱]

کسی زبان کے ادب کے دائرے کو وسیع کرنے کے لئے دوسری زبان کے تراجم اور اضاف کو اپنی زبان میں شامل کیا جاتا ہے۔

تاریخ یونان کے مقدمے میں مولوی عبد الحق فرماتے ہیں:

"جب کسی قسم کی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے اور وہ آگے قدم بڑھانے کی سعی کرتی ہے تو ادبیات کے میدان میں پہلی منزل ترجمہ ہوتی ہے۔" [۲]

ترجمہ عربی زبان کا لفظ ہے کسی ایک زبان کو دوسری زبان میں ڈھالنے کا نام ترجمہ ہے۔ ترجمے کا اصل مقصد کسی ایک زبان کے مفاہیم کو دوسری زبان میں تحریر کرنا ہے۔

"مترجم کا کام لفظ کی جگہ لفظ رکھنا نہیں بلکہ مصنف کے اسلوب اور زبان کی طاقت کو اپنی زبان میں محفوظ کرنا ہے۔" سیسرو (۴۶ قبل مسیح) [۳]

ترجمے کی ضرورت اور اہمیت ہمیشہ سے رہی ہے۔ جہاں دو افراد مختلف زبان اور تہذیب و تمدن سے تعلق رکھنے والے ہوں گے وہاں ترجمے کی ضرورت باقی رہے گی۔ ترجمے کی روایت بہت قدیم ہے اور قبل مسیح سے ہے پھر ہر آنے والے دور میں اس کی ضرورت بڑھتی چلی گئی اس سے نہ صرف ایک زبان کے خیالات دوسری زبان میں منتقل ہوتے ہیں بلکہ ہم ان کے علوم و فنون اور تہذیب و تمدن سے بھی واقف ہو جاتے ہیں۔ اور یہ دراصل ترجمہ قوموں کے درمیان رابطے کی زبان ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

مظفر علی سید لفظ "ترجمہ" سے متعلق لکھتے ہیں:

"ٹرانسلیشن کا لفظ مغرب کی جدید زبانوں میں لاطینی سے آیا ہے۔ اور اس کے لغوی معنی ہیں "پار لے جانا" اس سے قطع نظر کہ کوئی خاص مترجم کسی کو پاراتار تا بھی ہے یا نہیں یہ مفہوم نقل مکانی سے لے کر نقل معانی تک پھیلا ہوا ہے۔ اس طرح اردو اور فارسی میں ترجمے کا لفظ جس کا استنقامی رابطہ ترجمان اور مترجم دونوں سے ہے عربی زبان سے آیا ہے۔"(۴)

مامون الرشید کا دور ہو یا خلافت عباسیہ کا دور ہو یا مغلیہ دور ہو، ہر دور میں ترجمے کی اہمیت و ضرورت رہی ہے۔ مذہبی اور علمی تقاضوں کے تحت سریانی، سنسکرت اور یونانی زبان کے ترجمے عربی میں منتقل ہوتے رہے ہیں۔ ترجمے سے زبان کو وسعت عطا ہوتی ہے۔

ترجمے کی ضرورت کے بارے میں مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:

"جس طرح یونان کا اثر روما اور دیگر اقوام یورپ پر پڑا جس طرح عرب نے عجم کو اور عجم نے عرب کو اپنا فیض پہنچایا جس طرح اسلام نے یورپ کی تاریکی اور جہالت کو مٹا کر علم کی روشنی پہنچائی اس طرح آج بھی ہم بہت سی باتوں میں مغرب کے محتاج ہیں۔ یہ قانون عالم ہے جو یوں ہی جاری رہا ہے اور جاری رہے گا۔" "دیے سے دیا جلتا رہا"(۵)

مشرق اور مغرب کی دوری کو ترجمے ہی نے پورا کیا ہے۔ تراجم کے ذریعے ہی نئی نئی اصناف ادب آج ہمیں اردو زبان میں نظر آتی ہیں۔ نثر میں ڈرامہ، ناول، خاکہ، افسانہ، انشائیہ، مکتوب نگاری، رپوتاژ اور شاعری میں آزاد نظم، ہائیکو، ترائیلے، سیڈوکا، ماہیے اور سانیٹ وغیرہ تراجم ہی کی مرہون منت ہیں۔

یہ کہنا کافی مشکل کام ہے کہ اردو کا سب سے پہلا مترجم کون سا ہے اردو میں نثری تراجم کا آغاز سترہویں صدی کے اآغاز سے ہوا۔ کوئی نشاۃ العشق کے مصنف عبداللہ حسینی جو کہ بندہ نواز کے پوتے تھے۔ کو پہلا مصنف قرار دیا ہے۔ کسی کے خیال میں شاہ میراجی خدانمانے ابوالفضائل عبداللہ بن محمد عین القضاۃ ہمدانی کی تصنیف "تمہیدات ہمدانی" جو عربی سے اردو میں ترجمہ ہوئی پہلا ترجمہ قرار دیا لیکن زیادہ تر کے خیال میں ملاوجہی نے پہلی بارہ شاہ جی نیشاپوری کی فارسی تصنیف دستور عشاق کو اردو ترجمے میں "سب رس" کے نام سے ڈھالا۔ فارسی تصنیف

معرفت السلوک کا اردو میں ترجمہ ہوا۔ طوطی نامہ کا بھی ترجمہ اردو کے علاوہ دیگر زبانوں میں ہوا۔ اسی طرح شمالی ہند میں بھی ملا حسین واعظ کاشفی کی فارسی کتاب "روضہ الشہداء" کا اردو ترجمہ ۱۷۳۱ء میں ہوا۔

> شمالی ہند میں ایک بڑا کارنامہ مولانا شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر کے قرآن پاک کے اردو تراجم ہیں۔ اس کے علاوہ میر عطا حسین تحسین کی نو طرز مرصع ہے جو فارسی کے ترجمے "قصے چار درویش" کا ترجمہ ہے۔ پھر جب انگریزوں کا دور آیا تو فورٹ ولیم کالج کے قیام کے ساتھ ہی اردو تراجم میں اضافہ ہوا۔[۶]

انگریزوں کے ہندوستان پر قابض ہو جانے کے بعد انگلش ناولوں کے بھی واضح اثرات ہمیں اپنے ادیبوں پر نظر آتے ہیں۔

اسی طرح اردو میں منظوم ترجمے کئے گئے جن میں حالی کو اولیت حاصل ہے۔ اکبر نے رابرٹ ساودے اور ٹینی سن کو پہلی بار اردو دنیا سے متعارف کرایا۔ گرے کی گور غریباں سے طباطبائی نے شہرت پائی۔ مخزن رسالے میں علامہ اقبال کی بہت تعریف ہوئی۔ جن کی کئی نظمیں ایمرسن اور ٹینی سن کی نظموں کے ترجمے ہیں۔ مولانا ظفر علی خان، عظمت اللہ مرحوم، تلوک چند مرحوم، ہادی حسین، فیض احمد فیض کئی مشہور شاعروں نے انگریزی سے اردو نظمیں ترجمہ کیں۔

دوسرے جنگ عظیم کے دوران روسی کہانیوں پر بہت توجہ دی گئی اور روسی زبان میں لکھے گئے افسانے اور ناول وجود میں آئے اور ان شاہکار افسانوں اور ناولوں کو اردو میں منتقل کیا گیا۔ جس سے اردو ادب کا دائرہ وسیع ہوا۔ جن نامور مصنفین نے روسی کہانیوں کے تراجم کئے ان میں سعادت حسن منٹو، انتظار حسین، مخمور جالندھری، انور عظیم، آصف فرخی، ظ انصاری، خدیجہ عظیم اور قرۃ العین حیدر شامل ہیں۔

> "۔۔۔انسانی مسائل اور بقائے حیات کے تصورات اردو ناولوں کے طرز بیان و متن میں بدرجہ اتم موجود رہے ہیں، اردو ناول نگاروں نے اپنی نگارشات کے لے مطابق حال فکری مواد مغرب سے حاصل کیا اور پہلے سے موجود مشرقی اقدار و روایات کی مقامیت کی حامل اعلیٰ و مضبوط، پائیدار اسالیب کو جدید نظریات کی مدد سے دنیائے ادب کے لئے مزید قابل فہم بنایا، اردو زبان و ادب میں یہ اثرات مغربی ناولوں کے تراجم کی بدولت آئے۔"[۷]

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کہانی لکھنے کا فن قرۃ العین نے اپنے والدین سے سیکھا، ادبی ماحول میں ان کا فن نکھرتا گیا۔ جس طرح سید سجاد حیدر یلدرم نے ادب برائے اصلاح سے اپنی منزل راہ اختیار کی۔ اسی مسلک کی پیروی قرۃ العین حیدر نے بھی کی۔ شدید نقطہ چینی اور مخالفت کا سامنا کرنے کے باوجود وہ لکھتی رہیں۔ اور اسی یکسوئی کی وجہ سے اردو ادب میں اپنا اعلیٰ مقام بنایا کہ کوئی ان کا مدمقابل نہیں کھڑا ہے۔ قرۃ العین نے بھی مضمون اور افسانے سے اپنے لکھنے کا آغاز کیا۔

ان کا پہلا افسانوی مجموعہ "ستاروں سے آگے" ہے۔ جو کہ صرف ۲۰ سال کی عمر میں لکھا گیا۔ اور پہلا ناول "میرے بھی صنم خانے" ۱۹۴۹ میں شائع ہوا۔ یہ پاکستان بننے کے بعد لکھا گیا تھا۔ اس طرح ان کا دوسرا ناول "سفینہ غم دل" ۱۹۵۳ء میں شائع ہوا افسانوں کے مجموعے "شیشے کے گھر" کے بعد ان کا شاہکار ناول "آگ کا دریا" شائع ہوا اس کے بعد "چاندنی بیگم" اور "گردش رنگ" اور دو افسانوی مجموعے "جگنوؤں کی دنیا" اور "روشنی کی رفتار" شائع ہوئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے رپوتاژ، سفر نامے، مضامین وغیرہ اور بے شمار کتابیں لکھیں۔

قرۃ العین حیدر نے اس کہانی کو آدمی کا مقدر کے نام سے لکھا جسے مکتبہ جامعہ نئی دہلی لمیٹڈ مکتبہ جامع اردو بازار نے دہلی سے جنوری ۱۹۶۵ء میں شائع کیا۔

تراجم کے حوالے سے اگر ہم بات کریں تو نہ صرف اپنی لکھی ان کتابوں میں سے بھی کچھ کتابوں کے تراجم خود انہوں نے انگریزی میں کئے، بلکہ دوسری زبانوں کے تراجم بھی بڑی خوبصورتی کے ساتھ اپنے مخصوص افسانوی انداز میں کئے۔

"آگ کا دریا" جو کہ ان کا شہرت یافتہ ناول ہے جس پر سب سے زیادہ تبصرے اور تنقید ہوئی۔ یہ ایک ضخیم ناول ہے جو کہ ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا تھا جگر مرادآبادی کے ایک شعر کے مصرعے پر مصنفہ نے اس کا نام رکھا تھا۔ جس کا آغاز ڈھائی ہزار سال پہلے کی ہندوستانی تہذیب سے ہوتا ہے اور تقسیم ہند کے واقعات اور ان کا پس منظر بیان کیا۔ اس ناول میں شعور کی رو کا کامیاب تجربہ کیا گیا۔ جس کا انہوں نے انگریزی میں بھی خود ترجمہ کیا۔

قرۃ العین حیدر نے اتنا زیادہ کام کیا کہ ان کی خدمات کے اعتراف میں انہیں بے شمار انعامات اور ایوارڈ سے نوازا گیا اور کئی لوگوں نے انہیں جیمس جوائے اور ورجینا وولف سے تشبیہ دی۔

ڈاکٹر اختر سلطانہ تراجم کے بارے میں قرۃ العین کے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ "ان کی گفتگو ے اندازہ ہوا کہ وہ تراجم کو بھی کافی اہمیت دیتی ہیں اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہیں۔" اس کی وضاحت ان کے اس اقتباس سے ہوتی ہے۔ جو انہوں نے اپنے ایک مضمون میں لکھا:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"اپنے دوستوں کی اچھی تخلیقات کے علاوہ اگر مجھے کسی بھی ادیب کی کوئی چیز پسند آتی ہے۔ تو میرا جی چاہتا ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ لوگ پڑھیں، میں نے السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا میں انتظار حسین، خالدہ اصغر، ابو الفضل صدیقی اور آغا بابر کے افسانے جو مجھے بہت اچھے لگے وہ فوراً ترجمہ کر کے شائع کئے اس سے قبل میں ہاجرہ، خدیجہ اور کئی ادیبوں کی چیزیں میں ترجمہ کر چکی ہوں۔" (۸)

ان کا پہلا ترجمہ عمر قریشی کا مضمون "جرمن بمباری" اور پھر وجے لکشمی کا مضمون "گلابی قالین کی کہانی" تھا جو تہذیب نسواں میں شائع ہوا۔ لیکن قرۃ العین حیدر کی دیگر تصنیفات کے مقابلے میں ان کی ترجمہ نگاری پر کم توجہ دی گئی قرۃ العین کی ایک بہت ہی خوبصورت کہانی جو کہ ان کے افسانوی مجموعے "روشنی کی رفتار میں" شامل ہے۔ "سینٹ فلورا آف جارجیا کے اعترافات" جو کہ "Confession of st floora of Georgia" کا انگریزی ترجمہ ہے۔ انہوں نے اپنے ہی شہرہ آفاق ناول "آگ کا دریا" کا ترجمہ "The River of Fire" کے نام سے کیا۔ اور پت جھڑ کی آواز کا ترجمہ "The sound of falling leaves" کے نام سے کیا۔ "آخری شب کے ہمسفر" کا ترجمہ "Fireflies in the Mist" کے نام سے کیا اور اسی طرح "میرے بھی صنم خانے" کا ترجمہ "MY Temples, too" اس کے علاوہ انہوں نے دیگر زبانوں کے بھی تراجم کئے جن میں واسل ہائی کوف کی روسی کتاب کا ترجمہ "آلپس کے گیت" کے نام سے کیا۔

ٹی ایس ایلیٹ کے بھی مشہور ڈرامے "Murder in the Cathedral" کا ترجمہ "کلیسیا میں قتل" کیا۔ اور ٹرومین کانونٹ کی تخلیق "بریک فاسٹ اینڈ ٹیفائی" کو بھی اردو کا جامہ پہنایا۔

انہوں نے ایک روسی مصنفہ ویرا پانوا کی کتاب "Yevdokia" کا ترجمہ (یودوکیہ) بھی کیا جو فارن لینگوئج پبلشنگ ہاوس ماسکو نے شائع کیا۔ (۹)

قرۃ العین حیدر نے ہنری جیمس کے افسانے "The portrait of a Lady" کا ترجمہ ہمیں چراغ ہمیں پروانے کے نام سے کیا جو کہ کلکتہ جدید لاہور نے شائع کیا اس کے علاوہ "ماں کی کھیتی"، "تین جاپانی"، "خیال"، "تلاش"، "رات کی بات" اور دی میدریلیف کا "خیالی پلاو" وغیرہ شامل ہیں۔ انہوں نے فیض احمد فیض کی ایک نظم کا ترجمہ انگریزی میں کیا جو کہ السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا نے شائع کیا۔

اس کے علاوہ علی سردار جعفری کی غالب پر کتاب کا ترجمہ "دی پوئٹری اینڈ غالب" ۱۹۱۴ء میں کیا اسی سال خشونت سنگھ کے مرتبہ کردہ افسانوں کا انتخاب "اسٹوری فرام دی انڈیا" کا ترجمہ بھی منظر عام پر آیا۔

قرۃ العین نے نہ صرف اہم شاہکاروں کے تراجم کئے بلکہ بچوں کے ادب کے لئے فریر مین کی کتاب "ڈنگو" اور پیرا فسکایا کی کتابیں شیر خان، ہرن کے بچے، میاں ڈھینچو کے بچے اور بہادر وغیرہ کے تراجم بچوں کی ذہنی طبع کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت سادہ آسان اور چھوٹے چھوٹے جملوں کی ساخت پر کئے جو کہ مکتبہ پیام تعلیم نے شائع کئے۔(۱۰)

زیر بحث ناول "آدمی کا مقدر" جو کہ میخائیل شولوخوف کی کہانی کا ترجمہ ہے۔ اس کا تنقیدی جائزہ تراجم کے اصولوں کی روشنی میں لیں گے کہ آیا یہ کہانی ترجمے کے اصولوں کے مطابق ہے یا اس میں کمی بیشی ہے۔

"ترجمہ کرنے کے تین مشہور اقسام ہیں:

۱) علمی ترجمہ

۲) ادبی ترجمہ

۳) صحافتی ترجمہ

اور یہ ترجمہ کرنے کے تین مشہور طریقے ہیں:

۱) لفظی ترجمہ

۲) آزاد ترجمہ

۳) معتدل یا تخلیقی ترجمہ" (۱۱)

معتدل ترجمہ ہی دراصل ادبی ترجمہ ہے۔ اور ادبی ترجمہ کرنے کے لئے ادیب ہونا بہت ضروری ہے۔ روس کے حکومتی چیف جو ایک مترجم بھی تھے انہوں نے معتدل ترجمے کو "Artistic Translation" کا نام دیا ہے۔

ایسی صورتحال لفظی اور آزاد دونوں ترجموں میں ممکن نہیں رہتی۔ لیکن اگر ہم علمی ترجمے کی بات کریں تو علمی ترجمہ علوم و فنون کی کتابوں کے لئے کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ ترجمہ لفظی ترجمے کے تحت ہوتا ہے۔

"دراصل یہ ترجمہ ایک زبان کی لسانی موت سے پیدا ہوتا ہے اور دوسری زبان کی لسانی افزائش کا باعث بنتا ہے۔"(۱۲)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

صحافتی ترجمے کے لئے آزاد ترجمہ کیا جاتا ہے۔ ترجمہ نگار اس میں مفہوم کو سمجھ کر اپنی زبان میں پیش کر دیتا ہے۔ لیکن ہمیں ابھی ادبی ترجمے سے کام ہے چوں کہ قرۃ العین حیدر نے بھی ادبی ترجمے کئے کاص طور پر ابھی ہم "آدمی کا مقدر" کے ترجمے کی بات کر رہے ہیں۔ ان کے ترجمے تخلیق یا "Recreation" کا درجہ رکھتے ہیں۔ ادبی ترجمہ معتدل یا تخلیقی ترجمہ کہلاتا ہے۔ اور اس میں ہمیں ترجمہ کرنے وقت تشبیہات واستعارات، ضرب الامثال اور اسم معرفہ وغیرہ کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ اصل مصنف کا متن مجروح نہ ہو اور اصل مصنف کے خیالات دھندلا نہ جائیں بلکہ جو مترجم ہے وہ اپنی زبان کی چاشنی سے اسے اور بہتر کر دے۔ مرزا حامد بیگ کی رائے اس بارے میں بہت خوبصورت ہے۔

اکبر الہ آبادی کی رائے میں

"ترجمہ میں بھی آزادی کی حد ہونا چاہئے جتنا ہو متن کے قریب رہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کتنا متن کے قریب رہے؟ اس کا جواب ہمیں جمیل جالبی صاحب کی رائے میں ملتا ہے۔ "ترجمے کے تین طریقے ہوسکتے ہیں ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اصل متن کا صرف لفظی ترجمہ کر دیا جائے لیکن اسے ترجمہ نہیں صرف مکھی پر مکھی مارنا کہتے ہیں دوسرا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مفہوم لے کر آزادی کے ساتھ اپنی زبانوں کے اور اپنے مقبول انداز بیان کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمہ کر دیا جائے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ترجمہ اس طور پر کیا جائے کہ اس میں مصنف کے لہجے کی کھنک بھی باقی رہے اور اپنی زبان کا مزاج بھی باقی رہے اور ترجمہ اصل متن کے بالکل قریب ہو یہ ترجمے کی سب سے مشکل شکل ہے۔"[۱۳]

لیکن ترجمے کی یہی مشکل شکل سب سے آئیڈیل شکل بھی ہے اور یہی مشکل شکل کسی بھی فن پارے کو ایک نئی شکل دیتی ہے۔ بقول آل احمد سرور "امریکہ میں اس کے لئے "Recreation" یعنی از سر نو تخلیق کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

روسی نام (Subda Cheloveka (original title

میخائل شولوخوف (Mikhail Sholkhov) (اصل مصنف)

"آدمی کا مقدر" انگریزی میں نام "Fate of a man" (1959)

Soviet Novelist

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"میخائل شولوکوف (پیدائش ۱۹۰۵ء) کا اس صدی کے عظیم ترین مصنفین میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کے ناول "اور ڈان بہتا رہا"، "کنوارے کھیت"، یہ کہانی جو انہی ناولوں کی روایت میں شامل ہے۔
۱۹۵۷ء میں لکھی گئی ہے۔ جنگ کے آغاز پر جولائی ۱۹۴۱ء میں شولوخوف ریجمنٹ کو میسار کی حیثیت سے فوج میں داخل ہوئے اور مختلف محاذوں پر اخباری نمائندوں کے فرائض انجام دیتے رہے انہوں نے جنگ کے شدید ترین معرکوں میں لڑائی کا حال قلمبند کیا اور ان خونریز لڑائیوں میں خود بھی حصہ لیا۔" (۱۴)

ان کی اہم تصانیف میں چار ناول دریائے ڈان کے حوالے سے ہیں "اور ڈان بہتا رہا" "جب دھرتی جاگی" اور "وطن کے مجاہد" ہیں۔ "ڈان بہتا رہا" اور ڈی سائلنٹ ڈان "کنوارے کھیت" انہیں لینن ایوارڈ اور نوبل پرائز برائے ادب سے بھی نوازا گیا۔ ان کی نگارشات کا ۸۴ زبانوں میں ترجمہ ہوا اور وہ ۴۰ ممالک میں شائع ہوئیں۔

ان کی کتابیں اور کہانیاں لکھنے کا مقصد لوگوں میں امن و سلامتی اور انسان دوستی کے جذبات اور احساسات پیدا کرنا تھا جس میں وہ کامیاب بھی ہیں۔

"۔۔۔ جنگ کے اس تلخ اور کربناک تجربوں نے شولوخوف سے نفرت کی سائنس ور اپنے وطن کے لئے لڑے جیسی کتابیں لکھوائیں۔ ان ہی تجربات نے ہی "آدمی کا مقدر" کی تخلیق کی ہے، اس ناول میں ایک عام سوویت انسان کی ناقابل تسخیر اخلاقی جرات کی نقاشی حیرت انگیز سادگی سے کی گئی ہے۔ اس جدوجہد کی چوٹ سہنا جس کا مقدر تھا اور جس نے دنیا کو نازی ازم سے چھٹکارا دیا۔" (۱۵)

قرۃ العین حیدر نے "آدمی کا مقدر" کا ترجمہ، ترجمے کے اصولوں کے مطابق کیا ہے۔

اس ناول کا ترجمہ کرنے سے پہلے قرۃ العین ۱۹۴۷ کے ہندو مسلم فسادات کے دوران ہونے والی بربریت اور انسان کے وحشی ہونے کے مناظر دیکھ چکیں تھیں اور اس کرب سے گذر چکی تھیں۔ لہٰذا روس میں ہونے والی جنگ عظیم کے دوران ہونے والے ظلم وستم اور سختیوں کو قرۃ العین نے بڑی شدت سے اس لئے بھی محسوس کیا اور بڑی خوبصورتی سے اس کا ترجمہ کیا۔

قمر رئیس اپنے ایک مضمون میں قرۃ العین حیدر کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"عہد شباب کے ان خوابگوں اور گلفشاں محلات سے ۱۹۵۰ء کے بعد جب وہ باہر نکلتی ہیں تقسیم وطن ، فسادات اور ہجرت کے المناک سانحے جب انہیں زندگی کی تلخ اور سنگین حقیقتوں کے روبرولاتے ہیں اور جب ملی جلی خوبصورت تہذیب کا تصور چکنا چور ہو جاتا ہے اور اودھ کی شام پر اندھیرے پڑاو ڈالتے ہیں تو قرۃ العین حیدر انسانی جبلت اور اجتماعی حقیقتوں کے تئیں ایک سنجیدہ رویہ اختیار کرنے پر مضبوط ہوتی ہیں۔ اب وہ زندگی کے تغیرات کو تاریخ کے وسیع تناظر میں دیکھنے کی سعی کرتی ہیں۔"[۱۲]

اس کہانی کا ایک اور ترجمہ ظل حسین نے کیا، انہیں عربی، فارسی، روسی اور انگریزی زبان پر دسترس حاصل تھی وہ تراجم اصول سے بھی واقف تھے، انہوں نے روسی ناول کا ترجمہ "انسان کا مقدر" کے نام سے کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے روسی سے عربی کا بھی اردو میں ترجمہ کیا۔

"آدمی کا مقدر" کی کہانی دوسری جنگ عظیم کے حقیقی واقعات پر مبنی ہے۔ یہ ایک عام روسی شہری آندرے کی کہانی ہے جو جنگ کے دوران اپنی بیوی اور بچوں سے بچھڑ جاتا ہے، لیکن زندگی کی سختیوں کا مقابلہ کرتا رہتا ہے۔ جنگ میں وہ نازیوں کا قیدی بن جاتا ہے، جہاں سے وہ فرار ہونے کی کوشش کرتا ہے ایک بار ناکامی کے بعد فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ ایک بار نازیوں کی کامیابی کے جشن میں شراب پینے سے انکار پر سربراہ کو متاثر کرتا ہے جو اسکی جان بخش دیتا ہے اس کے بعد وہ فرار ہو کر جب روس کی سرزمین پر پہنچتا ہے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ بمباری کے دوران اس کی بیوی اور بیٹیاں مر چکی ہیں وہ ایک بار پھر المناک صورت حال سے دوچار ہو گیا، پھر اسے اپنے بیٹے اناطولی کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ وہ جنگ لڑ رہا ہے وہ اس سے ملنا چاہتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی جنگ کے اختتام پر مر چکا ہے۔ ایک بار پھر آندرے سولوکوف تنہا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے ایک دوست کے ساتھ رہنا شروع کر دیتا ہے دونوں ایک دوسرے کا سہارا بن جاتے ہیں۔ یہیں پر آندرے کی ملاقات ایک ایسے بچے (وانیا) سے ہوتی ہے جس کے والدین جنگ میں مر چکے ہیں۔ آندرے اس بچے کو اپنے بیٹے کی جگہ دیتا ہے وہ خود اسے باپ جیسی شفقت دیتا ہے اور باقی زندگی دونوں مل جل کر باپ بیٹے کی طرح گذارتے ہیں۔

شفیق احمد شفیق اپنے مضمون "قرۃ العین حیدر بحیثیت مترجم" میں میخائل شولوخوف اور قرۃ العین حیدر کی عبارت کا موازنہ پیش کرتے ہیں۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"آج کا دن سال کا پہلا گرم دن تھا۔ لیکن اپنا پرانا فوجی لبادہ اتار کے۔ کشتی رانی کی محنت کے بعد ہوا میں بال خشک کرتے ہوئے اور آسمان پر سے دبیز بادلوں کو کاہلی سے دیکھتے ہوئے، خود کو مکمل طور پر سکوت اور تنہائی کے سپرد کر کے وہاں اکیلا بیٹھنا مجھے اچھا لگ رہا تھا۔"(۱۷)

"آدمی کا مقدر" کو قرۃ العین نے اپنے دلی جذبات اور احساسات کے ذریعے بیان کر کے ایک خاص سحر طاری کر دیا ۔اور کہانی پڑھنے والا اس میں کھو جاتا ہے۔"آدمی کا مقدر" کے کچھ اقتباسات سے قرۃ العین کا اسلوب واضح ہو جاتا ہے۔ کہانی کا آغاز ہی قرۃ العین کے مخصوص انداز سے ہوتا ہے۔ اور اس میں وہی منظر کشی نظر آئے گی جو ان کا خاصہ ہے۔

"دریائے ڈون کے اوپری علاقے میں جنگ ہونے کے بعد پہلی بار جو بہار آئی اس میں بڑی انوکھی اور جنوں خیز ساماں کیفیت تھی۔ مارچ کے اواخر میں ارزوف سمندر کے ساحلوں سے گرم ہوائیں چلیں اور ڈان کے اندر اندر دریا کا ریتیلا کنارہ بس اجڑ کر رہ گیا۔ چراگاہوں کی برف پوش گھاٹیاں جھیلیں بن گئیں اور نالے امنڈ پڑے ندیوں پر برف پھٹی اور جل تھل ایک ہوئے سڑکوں پر آمد و رفت ناممکن ہو گئی۔" (۱۸)

"بید کے گلتے ہوئے درختوں کی مہک کی وجہ سے دریائی ہوا نم اور تلخ تھی لیکن ہلکے جھونکے دو ارغوانی دھندلکوں میں نہائی ہوئی چراگاہوں سے اس دھرتی کی ابدی جوان اور مدہم خوشبو اپنے ساتھ لا رہے تھے۔ جو برف کی قید سے ابھی آزاد ہوئی تھی۔" (۱۹)

مذکورہ بالا اقتباسات میں قرۃ العین نے زبان و بیاں کی خوبصورتی سے فضا میں جس شادابی اور تازگی کا ذکر کیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارا منظر ہماری نگاہوں کے سامنے ہے اور ہم بھی اس رومانوی فضا سے اتنے ہی لطف اندوز ہوتے ہیں جتنا کہ اس وقت اس کہانی کا کردار ہو رہا ہے۔

"اتنی نرم مزاج اور بے زبان ایسی بھلی مانس، تنگی ترشی میں بھی ہمیشہ میرے زیادہ سے زیادہ آرام کا خیال رکھتی اچھے اچھے کھانے پکاتی اس کی صورت دیکھ کر میرا جی ہلکا ہو جاتا۔"(۲۰)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

قرۃ العین نے "آدمی کا مقدر" میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ سولوکوف کی بیوی ارینا کے کردار کی عکاسی کی ہے اور چھوٹے چھوٹے فقروں کے ساتھ بڑی بامحاورہ زبان استعمال کی ہے۔ ان کے الفاظ سے ارینا کی شخصیت کا خاکہ ہماری نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔

"بڑی بے چین رات تھی جرمنوں نے ہمیں حوائج ضروری کے لئے بھی باہر نہیں جانے دیا۔ دو دو کی جوڑی گرجا کے اندر ہنکاتے ہوئے کمانڈر نے ہم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا اور بد قسمتی سے ہم میں سے ایک باایمان عیسائی کو باہر جانے کی ضرورت شدت سے لاحق تھی۔ آخر کار وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا"۔ "میں خدا کے گھر کو ناپاک نہیں کر سکتا۔ وہ بولا! میں مومن ہوں، میں عیسائی ہوں، لڑکوں بتاو میں کیا کروں؟ اور تم کو پتہ ہے ہم اس قسم کے ہیں، ہم میں سے کچھ ہنسنے اور کچھ گالیاں دینے لگے اور چند ایک نے طرح طرح کے مشوری دے کر اس کا اور نتھنوں میں دم کر دیا، اس بے چارے کی وجہ سے ہم ذرا ہنس بول لئے مگر انجام بہت بھیانک ہوا۔" (۲۱)

اس اقتباس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انہوں نے روسی قیدیوں کی بے بسی، بے چارگی اور نازیوں کے ظلم کی پوری تصویر چند لفظوں میں کھینچ کر رکھ دی۔ مزاح کے حوالے سے بھی ان کا مخصوص انداز نظر آتا ہے اور یہ مزاج آہستہ سے طنز میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور یہ کیفیت اور درد ہم اپنے دل میں محسوس کرتے ہیں جسے مصنفہ محسوس کرانا چاہتی ہیں۔ جیسے اچانک ہنستے ہنستے آنکھوں میں آنسو آجائیں۔

قرۃ العین لفظوں کا ایسا جادو جگاتی ہیں کہ ایک سحر سا طاری ہو جاتا ہے ماحول پر اسرار معلوم ہونے لگتا ہے۔ بقول عبد المغنی

"قرۃ العین کی نثر مجموعی طور پر ایسی فضا بناتی ہے کہ جسے افسانوی کہا جاسکتا ہے۔ اس افسانوی فضا سے خیالات واحساسات کا وہ ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ جس میں قرۃ العین کی الف لیلٰی تخلیق ہوتی ہے۔" (۲۲)

"یہ عمر رسیدہ لوگ جن کے بال جنگ نے سفید کئے ہیں نہ صرف سوتے ہیں آنسو بہاتے ہیں بلکہ جاگتے میں بھی رویا کرتے ہیں، اصل چیز ہے کہ صبح وقت پر اپنا راستہ پکڑ لو۔ اہم چیز یہ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ہے کہ اس بچے کا دل نہ دکھاو، اس کو یہ نہ دیکھنے دو کہ ایک لمبے چوڑے آدمی کے گال غیر ارادی طور پر گرم گرم آنسوؤں سے جل رہے ہیں۔"(۲۳)

قرۃ العین حیدر نے کس قدر خوبصورت انداز میں اس کہانی کے اختتام میں جنگ سے متاثر ہونے والے لوگوں کے درد، ان کے دل کی سوزش کو بیان کیا ہے۔ کہ جنگ اپنے ساتھ کیا کیا طوفان لے کر آتی ہے۔ ان لوگوں کا کرب ان کے دل میں چھپا ہوتا ہے جو بظاہر نظر نہیں آتا لیکن ان کے چہروں سے پڑھا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اس جنگ میں اپنا کیا کچھ کھو دیا لیکن پھر بھی ثابت قدم رہے۔ اور اپنے دکھوں کو چھپا کر دوسروں کا سہارا بن گئے۔ قرۃ العین حیدر کا مطالعہ بہت وسیع ہے، وہ کئی ممالک کے ادب سے واقفیت رکھتی ہیں۔ تاریخ سے انہیں گہرا شغف ہے اور وہ زندگی کا گہرا مطالعہ کرتی ہیں اس لئے کسی بھی پہلو کو اپنا موضوع بنا سکتی ہیں۔

شفیق احمد صاحب کہتے ہیں کہ

"یہ سارے لفظیات اور محاورات خالص اردو ماحول اور سماج کی پیداوار ہیں کسی دوسری زمین یا خطے کی زبان کو اپنے ماحول اور اپنے سماجی ذائقوں اور خالص ٹکسالی سانچے میں ڈھالنا انتہائی مشکل اور عرق ریزی کا کام ہے اور اس پتھر جیسے مشکل کام کو قرۃ العین نے پانی کر کے رکھ دیا ہے۔"(۲۴)

"آدمی کا مقدر" پڑھنے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرۃ العین حیدر نے نہایت خوبصورت انداز میں ترجمہ کرتے ہوئے ترجمہ نگاری کے تمام اصولوں کا خیال رکھا ہے۔ انہوں نے لفظی ترجمہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی متن سے انحراف کیا ہے۔ بلکہ اس تخلیق میں Recreation کی ایسی صورت پیدا ہوئی ہے کہ شولوخوف کی تخلیق ہونے کے باوجود اس میں قرۃ العین حیدر کی جھلک نظر آرہی ہے۔ اور شانہ بشانہ چلتے ہوئے بھی ایک انفرادیت موجود ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ترجمہ نہیں کیا بلکہ لفظوں کے موتی پرو دیئے ہوں۔

حوالہ جات

۱. عارف عزیز(بھوپال) روزنامہ جنگ ۱۶ جنوری ۲۰۱۹، مضمون: اردو میں ترجمے کی روایت اور اس کا فن۔
۲. انوار الحق، ڈاکٹر، (قرۃ العین حیدر کی غیر افسانوی نثر) ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی ۲۰۱۴، ص ۴۰۴
۳. مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، فن ترجمہ نگاری (مسائل، اسباب اور سد باب) نیشنل بک فاونڈیشن اسلام آباد، جون ۲۰۱۹، ص ۴۴
۴. مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، فن ترجمہ نگاری (مسائل، اسباب اور سد باب) نیشنل بک فاونڈیشن اسلام آباد، جون ۲۰۱۹، ص 45
۵. مرتبہ مرزا نثار احمد قریشی، نظر ثانی، محمد شریف کنجاہی (ترجمہ روایت اور فن)، اردو میں تراجم کی روایت کا مختصر جائزہ، طبع اول ۱۹۵۸، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص ۸۲
۶. ایضاً، ص ۲۹
۷. مجلہ خیابان بہار ۲۰۲۰، شمارہ ۴۲، جامعہ پشاور، مضمون "مغربی ناولوں کے اردو تراجم" اور عالمگیریت کے تقاضے"، صدف نقوی، فرحت جبین ورک، ڈاکٹر علی کمیل قزلباش، جامعہ پشاور شعبہ اردو ص ۱۶۴
۸. ڈاکٹر اختر سلطانہ، (قرۃ العین حیدر ترجمے کے آئینے میں)، مکتبہ شعر و حکمت حیدر آباد، بار اول ۲۰۰۵ء مشمولہ آب حیات، آزاد بک ڈپو، ۱۹۲۹، ص ۴۸۷
۹. انوار الحق، ڈاکٹر، قرۃ العین حیدر کی غیر افسانوی نثر، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی، ۲۰۱۴، ص ۴۳۰
۱۰. اختر سلطانہ، قرۃ العین تحریروں کے آئینے میں، مکتبہ شعر و حکمت، حیدر آباد، بار اول ۲۰۰۵، ص ۵۰۷
۱۱. خلیق انجم (مرتبہ) فن ترجمہ نگاری، مضمون "ترجمے کی ضرورت، مرزا حامد بیگ، ثمر آفسٹ، طبع سوم نئی دہلی، ۱۹۹۶، ص ۲۴
۱۲. پروفیسر ظہور الدین، (فن ترجمہ نگاری)، سیمانت پرکاشن نئی دہلی ۲۰۰۶، ص ۵۷،
۱۳. انوار الحق، ڈاکٹر، قرۃ العین حیدر کی غیر افسانوی نثر، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، ۲۰۱۴، ص ۴۰۵، ۴۰۶
۱۴. قرۃ العین حیدر مترجم ناول " آدمی کا مقدر " مکتبہ جامعہ نئی دہلی، ۱۹۶۵، ص ۳،
۱۵. ایضاً ص ۳، ۴
۱۶. ارتضی کریم، مرتبہ قرۃ العین حیدر ایک مطالعہ از قمر رئیس، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی ۱۹۹۲، ص ۳۸

۱۷. شفیق احمد شفیق، (قرۃ العین حیدر بحیثیت مترجم) نیا دور لکھنو قرۃ العین حیدر نمبر، فروری مارچ ۲۰۰۹ء ص۶۹
۱۸. قرۃ العین حیدر، "آدمی کا مقدر" مکتبہ جامعہ نئی دہلی، ۱۹۶۵، ص 5
۱۹. ایضاً ص۷
۲۰. ایضاً ص۱۲
۲۱. ایضاً ص۲۴
۲۲. ایضاً ص۱۰
۲۳. عبد الغنی، ڈاکٹر، (قرۃ العین حیدر کا فن)، ناشر موڈرن پبلشنگ ہاوس نمبر، دریا گنج اکتوبر ۱۹۵۸ء ص۲۹
۲۴. قرۃ العین حیدر "آدمی کا مقدر" مکتبہ جامعہ نئی دہلی لمیٹڈ، مکتبہ جامعہ اردو بازار دہلی ۱۹۶۵ء ص۵۳
۲۵. شفیق احمد شفیق، (قرۃ العین حیدر بحیثیت مترجم) نیا دور لکھنو قرۃ العین حیدر نمبر، فروری مارچ ۲۰۰۹ء ص۱۷۲